THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Saturday, April 02, 2011

(69th Session)

Volume II, No.06

(No. 1-10)

CONTENTS

Pages

1. Recitation from the Holy Quran.. 1
2. Leave of Absence…………………………………………….…. 2
3. Introduction of the National Defence University Bill, 2011…. 3
4. Points of Order:
   i. Strike of Young Doctors………………………….. 4-16
   ii. Electricity Problems in Balochistan………………. 17-30

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume II	SPII.(06)/2011
No.06	130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATE

Saturday, April 02, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at nine minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰىكَ اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ

خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ

أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ

اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات فیصل کرو اور (دیکھو) دغابازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا۔ اور اللہ سے بخشش مانگنا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو لوگ اپنے ہم جنسوں کی خیانت کرتے ہیں ان کی طرف سے بحث نہ کرنا کیونکہ اللہ خائن اور مرتکب جرائم کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا تو وہ ان کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اور اللہ ان کے (تمام) کاموں پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

(سورۃ النساء، آیات 105 تا 108)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave applications لے لیتے ہیں۔

میر محمد علی رند صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ یکم اور دو اپریل کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد علی درانی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 31 مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد جہانگیر بدر صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 31 مارچ اور یکم اپریل کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ رتنا صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 30 اور 31 مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سیدہ صغریٰ امام صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 31 مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ فرح عاقل صاحبہ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 2 اپریل کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: چوہدری شجاعت حسین صاحب بعض مصروفیات کے باعث مورخہ 29 مارچ تا یکم اپریل اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Item No.3. Bokhari sahib, are you going to move the motion? Please do that.

Introduction of the National Defence University Bill, 2011

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari (Leader of the House): Yes sir, I intend to move it. I beg to move that the Bill to provide for the establishment of the National Defence University at Islamabad [The National Defence University Bill, 2011], as passed by the National Assembly, be taken into consideration.

Mr. Chairman: It has been moved that the Bill to provide for the establishment of the National Defence University at Islamabad [The National Defence University Bill, 2011], as passed by the National Assembly, be taken into consideration. Is it opposed?

(Members opposed the motion)

Mr. Chairman: Would anyone like to speak?

سینیٹر وسیم سجاد (قائد حزب اختلاف): پہلے وزیر صاحب آکر یہ تو بتائیں کہ وہ جو یونیورسٹی بنانے جا رہے ہیں، اس کا کیا مقصد ہے، کیا بات ہے؟ Defence Minister تو موجود ہی نہیں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پھر ذمہ داری ڈالی جائے گی Leader of the House پر۔ Leader of the House کو پھر جرنیل کا rank دے دیا جائے، میرے خیال میں یہی مناسب ہو گا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: نہیں میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ جن لوگوں نے جرنیلوں کے ساتھ کام کیا ہے، شاید ان کو بہت خوشی ہو جرنیل کا rank لینے پر۔ میں نے کبھی جرنیلوں کے ساتھ کام نہیں کیا۔

Sir, my submission is that this was a university which was established by an ordinance in 2007 and now this has come before the Upper House. If the honourable Members want, it should be referred to the Standing Committee. I have got no objection to it.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میرا proposal یہی تھا کہ اس کو آپ کمیٹی کو بھیجیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! اس میں میری ایک submission ہے کہ Standing Committee کو رپورٹ submit کرنے کے لیے time frame دیا جائے۔

Mr. Chairman: The Bill is referred to the concerned Standing Committee on Defence and the report be submitted within one month.

We may now start discussion on the President's address. Who is going to start the debate?

سینیٹر وسیم سجاد: میں اگلے دن Tuesday کو کرنا چاہ رہا ہوں لیکن اس سے قبل میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج یہاں جمال لغاری صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے ایک بڑی بھاری اور شاندار کامیابی حاصل کی ہے ڈی جی خان میں۔ میں ان کو مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا۔ بہت شاندار کامیابی تھی، ہزاروں کی lead لی ہے اور یہ مسلم لیگ (ق) کے لیے اور ان کے لیے بھی ایک بہت بڑی کامیاب ہے۔

جناب چیئرمین: جی پروفیسر صاحب! آپ کا point of order ہے؟

Points of Order

Strike of Young Doctors

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین۔ آپ کی اجازت سے میں دو چیزوں کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں آپ کی اور آپ کے توسط سے حکومت کی۔ پہلا تو young doctors کا جو مسئلہ ہے، یہ ایک گھمبیر مسئلہ بن گیا ہے۔ ایک مہینے سے زیادہ کا عرصہ ہوچکا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ان پر تشدد بھی کیا گیا ہے ، بات ان کی سنی نہیں گئی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سیکرٹری ہیلتھ اس معاملے میں بڑی رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ یہ ایک سیاسی مسئلہ بھی ہے اور انسانی مسئلہ بھی ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ دکھ ہوتا ہے یہ نوٹ کرکے کہ ایک ایک شہر میں پانچ پانچ، سات سات افراد doctors نہ ہونے کی وجہ سے اپنی جان کھو چکے ہیں۔ یہ بڑا serious مسئلہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فوری طور پر اس معاملے میں negotiations کے ذریعے راستہ نکالا جائے۔ یہ ڈنڈے کا راستہ کہ سرکاری ملازمت اس کو declare کرکے، essential service declare کرکے لوگوں کو اس طریقے سے مجبور کیا جائے۔ یہ بھی اطلاعات ہیں کہ کئی ہزار ڈاکٹر استعفیٰ دے رہے ہیں یا دے دیا ہے۔ یہ crisis سیاسی طور پر حل ہونا چاہیے۔

جناب والا! اس کے علاوہ جو دوسری بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ بہت ہی serious ہے۔ آج یہ بات ہمارے سامنے آئی ہے کہ by ordinance جو mini budget آیا ہے اور جس میں تمام tax payers پر 15% surcharge لگایا گیا ہے، اس میں پورا corporate sector excluded ہے، یعنی جو لوگ امیر ہیں، جنہیں ٹیکس دینا چاہیے، وہ اس سے باہر رکھے گئے ہیں اور عام شہریوں کو indirect taxes کی وجہ سے ایسی صورت حال سے دوچار کر دیا گیا ہے کہ وہ فاقوں اور خودکشیوں پر مجبور ہو گئے ہیں۔ آپ نے ان پر تو tax 15% لگایا ہے لیکن پورا corporate sector اس میں شامل نہیں insurance companies, oil companies, banks وغیرہ ہیں۔ یہ بہت serious معاملہ ہے چنانچہ فوری طور پر اس کو take up کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے، آپ کا موقف آ گیا ہے۔ جی کلثوم صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! آپ کے علم میں ہو گا کہ دو دنوں سے ڈاکٹروں کی ہڑتال کے بارے میں، میں اور میرے دوسرے colleagues point out کر رہے ہیں۔ میں آپ کے علم میں ایک بات لانا چاہتی ہوں کہ ہماری پوری standing committee مسلسل دو دن پولی کلینک گئی اور تمام ہڑتالی ڈاکٹروں سے ملاقات کی۔ میں جناب ظفر علی شاہ صاحب کی بڑی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے وہاں پر بہت سے قانونی مشورے بھی دیے۔ زاہد خان صاحب تھے، محترمہ ریحانہ صاحبہ تھیں اور ہماری کمیٹی کے جتنے بھی ممبران تھے، ہم مسلسل دو دن وہاں پر بیٹھے رہے۔ جناب والا! جو hurdle آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ میرے خیال میں administration کسی بھی طور پر بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ جناب والا! ظلم و زیادتی کی بات یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر صرف گیارہ ہزار روپے تنخواہ لے رہا ہے اور اسے house rent ملا کر اکیس ہزار روپے تنخواہ مل رہی ہے۔ کل وزیراعظم

صاحب بھی یہاں تشریف رکھتے تھے، جناب والا! آج تک کی یہ اطلاعات ہیں کہ کم از کم چودہ مریض جنہیں ڈاکٹروں کی توجہ نہ ملی وہ وفات پا گئے ہیں، day by day یہ چیز زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ آپ کسی طرح اس میں intervene کریں۔ ہم نے administration سے بات کی ہے۔ ان ڈاکٹروں کے 70 to 80% مطالبات بالکل جائز ہیں، حکومت کو ان مطالبات کو مان لینا چاہیے بجائے اس کے کہ یہ ہمارے پڑھے لکھے ڈاکٹر سڑکوں پر آئیں۔

جناب والا! دوسری چیز میں یہ point out کروں گی، میں ابھی وسیم سجاد صاحب سے ایک قانونی مشورہ لے رہی تھی کہ شیخ زید ہسپتال، کوئٹہ کے ڈاکٹر ہمیں دو دن سے فون کر رہے ہیں کہ ہم یہ ہسپتال بند کر رہے ہیں۔ اس کی main وجہ یہ ہے کہ 2005 میں یہ ہسپتال قائم ہوا تھا اور خلیفہ شیخ زید نے promise کیا تھا کہ وہ مشینری کے لیے بھی رقم دیں گے، ہم انہیں درخواست کر سکتے ہیں، حکومت پاکستان کا فرض بنتا ہے۔ وہ ہسپتال جو eight Baloch districts کو deal کرتا ہے تو کیا ہم لوگ چاہیں گے کہ وہ ہسپتال بند ہو جائے اور بند ہو جانے سے آپ یقین مانیں کہ وفاق کو بہت بڑی hurdle کا سامنا ہو گا۔ جناب والا! میں اس معاملے میں وزیر اعظم صاحب سے بھی درخواست کر چکی ہوں، ہماری کمیٹی بھی متعدد مرتبہ اس چیز کو recommend کر چکی ہے۔ آپ اس پر کوئی meeting arrange کریں، آپ کے ساتھ بیٹھ کر، بجائے اس کے کہ آج ہم حقوق بلوچستان کی بات کر رہے ہیں، ہم حقوق دینے کی بات کریں۔ جناب والا! ہم تو یہ درخواست کریں گے کہ یہ ہسپتال ہم سے لے لیا جائے۔ اگر اس کو dispensary کے طور پر چلانا ہے یا آپ نے اس کی requirements کو پورا نہیں کرنا تو اس dispensary کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی وسیم سجاد صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! پروفیسر خورشید احمد صاحب نے جس مسئلے کو آج اٹھایا ہے، وہ ایک اہم مسئلہ ہے اور اس کے بارے میں کچھ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ جناب والا! young doctors ہمارے معاشرے کے ذہین ترین طلبہ سمجھے جاتے ہیں۔ سب کو علم ہے کہ engineering and medical colleges میں داخلے کے لیے بڑی مشکل ہوتی ہے اور جو بچے یا بچیاں وہاں پر داخل ہوتے ہیں، وہ بہت ذہین ہوتے ہیں۔ ان کو تقریباً پانچ سال کے لیے تدریسی عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد وہ house jobs کرتے ہیں اور اس کے بعد جا کر انہیں یہ ملازمتیں

ملتی ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق اس وقت پنجاب میں ایک young doctor کی سب ملا کر تنخواہ سترہ اٹھارہ ہزار ہے۔ حالات کے مطابق تنخواہیں بھی ہوتی ہیں لیکن جب یہ دیکھا جائے کہ کانسٹیبل کی تنخواہ اس سے زیادہ ہے تو یقیناً اس سے frustration پیدا ہوتی ہے۔ معاشرے میں جب ایسی ناہمواری آجائے کہ ایک شخص جو اتنا ذہین ہوتا ہے، اس کے ماں باپ محنت کرتے ہیں، کئی لوگ اپنی تنخواہوں سے اُن کی فیس دے کر بڑے مشکل حالات میں اپنے بچوں کو یہ تعلیم دلا کر اس مقام پر پہنچاتے ہیں اور پھر جب وہاں دیکھا جائے کہ ایک کانسٹیبل یا کوئی دوسرا آدمی جس کی اتنی تعلیم نہیں ہوتی تو دکھ ہوتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کی بھی تنخواہ زیادہ ہو اور ان کی بھی تنخواہ زیادہ ہو۔ اس پر میں سمجھتا ہوں کہ ذمہ داری وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی آتی ہے۔

Taxes لگانا کئی مرتبہ مجبوری ہوتی ہے لیکن اگر آپ اس cake کو نہیں بڑھائیں گے، معاشرے میں economic development نہیں کریں گے، ان کی تنخواہوں کے لیے آپ کے resources develop نہیں ہوں گے، جب income کے ذریعے ہی develop نہیں ہوں گے تو پھر آپ کو inflation تنگ کرتی ہے۔ اس وقت یہ بہت سنگین مسئلہ ہے اور اس کو حل کرنے کی کیا کوشش کی جارہی ہے کہ جی ہم ان کو نوکریوں سے نکال دیں گے؟ میں نے آج بھی اشتہار دیکھا ہے۔ جناب والا! یہ بچوں پر ظلم ہو گا، ان والدین پر ظلم ہو گا جنہوں نے اپنے بچوں کو اس مقام تک پہنچایا ہے اور یہ ہمارے معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر دے گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، اس پر Leader of the House کا جواب لے لیتے ہیں۔ جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: شکریہ جناب چیئرمین۔ اس مسئلے سے پہلے میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ کل ہمارے کچھ ساتھیوں کے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ ہم آپ کو اس ایوان کا custodian سمجھتے ہیں، vice chancellor نہیں سمجھتے ہیں۔ ہم نے آپ سے بھی بات کی ہے، اُن سے بھی بات ہوئی ہے۔ ہم نے اس غلط فہمی کو ختم کر دیا ہے اور ہمارے ساتھیوں نے کہا تھا کہ ہم بائیکاٹ کریں گے، ہم یہاں بیٹھ کر بھی بات نہیں کریں گے۔ ہم نے اس بائیکاٹ کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: میں نے تو کل بھی کہا تھا کہ میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! آپ ہمارے custodian ہیں۔آپ نہ ہمارے vice chancellor ہیں اور نہ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ جہاں تک young doctors کی بات ہے، حقیقت میں یہ بہت ظلم ہے کہ ایک بچہ پڑھتا ہے، بڑی محنت کرتا ہے، اسے بہت مشکل سے داخلہ ملتا ہے، اس کے بعد اس کے اخراجات ہوتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں جن لوگوں نے کم نمبر لیے ہوتے ہیں وہ superior service کے لیے چھ ماہ کی تیاری کر کے امتحان دیتے ہیں اور بڑے افسر بن جاتے ہیں۔ ان کو بہت سہولتیں مل جاتی ہیں۔ وہ civil service میں چلے جاتے ہیں اور یہ ڈاکٹر بے چارے جنہوں نے بڑی محنت سے پڑھا ہوتا ہے، ان کو F.Sc میں بھی داخلہ تب ملتا ہے جب ان کے بہت اچھے نمبر ہوں، اس کے بعد میڈیکل کالج میں تب داخلہ ملتا ہے کہ بہت ہی اچھے نمبر آئے ہوں۔ میں ان young doctors کی بات کرتا ہوں، اُن ڈاکٹروں کی نہیں جو دن کو بھی کام کرتے ہیں، شام کو بھی کام کرتے ہیں اور لاکھوں روپے کماتے ہیں لیکن young doctors کے ساتھ بڑی زیادتی ہو رہی ہے، تمام صوبوں میں ہو رہی ہے، پنجاب میں بھی ہو رہی ہے۔ اگر وہ اپنے جائز مطالبات کے لیے کوشش کریں تو ان کو دھمکیاں دی جائیں کہ ان کو نوکریوں سے نکالا جائے گا تو ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں، ہم مذمت کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ young doctors کی association کے ساتھ مل کر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے اور اس مسئلے کو حل کرنا چاہیے۔ ان ہڑتالوں کی وجہ سے گیارہ مریض بروقت طبی امداد کے نہ ملنے کی وجہ سے ہسپتالوں میں مر گئے ہیں۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے، حکومت اس معاملے میں دلچسپی لے۔

جناب چیئرمین: جی ظفر علی شاہ صاحب۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب پارٹیوں کا موقف آنا چاہیے اور ہر پارٹی سے ایک آدمی بول لے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: شکریہ جناب چیئرمین۔ پہلے تو میں اس بات کا فائدہ اٹھاؤں گا کہ حاجی عدیل صاحب نے شکر ہے آج پہلی مرتبہ غلط فہمی دور کردینے کا اعلان کیا ہے ورنہ یہ تو permanent غلط فہمیاں رکھنے والے ہیں اور ان کا stock رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ جناب والا! نوجوان ڈاکٹروں کی بات ہوئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ڈاکٹر حضرات اس قوم کا سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد ڈاکٹر حضرات ہی ہیں جو human being کی زندگیوں کو بچاتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اور بہن کلثوم صاحبہ نے وہاں پر جا کر ڈاکٹروں سے ملاقاتیں بھی کی ہیں، انہوں نے بہت pain لیا ہے۔ ان کے کچھ مطالبات تھوڑے سے ناجائز بھی ہیں لیکن بہت سے جائز بھی

ہیں۔ میں تو صرف اتنا عرض کروں گا کہ Pay and Pension Commission حکومتِ پاکستان نے بنایا ہے، اگر وہ commission بنایا گیا اور اس نے کافی deliberations کے بعد سرکاری ملازمین یا ڈاکٹروں کے لیے کوئی سفارشات پیش کی ہیں، جو مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ حکومتوں کو ان پر عمل کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ آج ہی میں پڑھ رہا تھا کہ یہ essential services declare کر دی گئی ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ تو اور بڑی بات ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی services essential ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ human being کی life saving کے لیے اگر essential service نہ declare کرتے تو پھر ان بے چاروں کا جو تھوڑا بہت chance ہے وہ بھی مارا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مزید law and order کی صورت حال پیدا ہوگی اور آخر میں، میں جناب کی وساطت سے حکومتوں سے درخواست کروں گا کہ جب تک Pay and Pension Commission کی سفارشات پر عمل درآمد نہیں ہوتا یا حکومت وقت کو کوئی handicap ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کو تنخواہیں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے فنڈ سے دی جائیں اور ان کو special allowance دیا جائے تاکہ وقتی طور پر کم از کم اس مسئلے کو ٹھنڈا کیا جا سکے۔ Thank you.

جناب چیئرمین: Thank you, حاصل بزنجو صاحب۔

Senator Mir Hasil Khan Bizenjo: Point of order.

جناب چیئرمین: دوسری طرف سے اس کو ختم کر لیں پھر آپ کا point لے لیں گے۔ پہلے doctors پر Points of order لے لیتے ہیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: Doctors کا جہاں تک تعلق ہے مجھے کچھ دن پہلے ایک ایس ایم ایس آیا تھا، میں وہی سنا دیتا ہوں۔ مجھے ایس ایم ایس آیا کہ ریڑھی والے کی آمدنی ٹیچر اور ڈاکٹر سے زیادہ ہو تو پھر لگتا ہے قوم کو ڈاکٹر اور ٹیچرز کی نہیں بلکہ بریانی والوں کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: شیری رحمٰن صاحبہ! آپ اس پر بات کرنا چاہیں گی؟

سینیٹر شیری رحمٰن: Thank you, Mr. Chairman, یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور پچھلے ایک مہینے سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ابھی تک اس کا کوئی تدارک نہیں ہوا۔ ڈاکٹرز اللہ تعالیٰ کے بعد

دنیا میں وہی ایک ذریعہ ہیں جو دکھی انسانیت کو شفا دینے کے قابل ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کے گھر والے جس محنت سے جدوجہد کر کے ان کو اس مقام تک پہنچاتے ہیں تو ان کا جذبہ تو بہت اچھا ہوتا ہے کہ وہ دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے آتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ وہ خود ایک انسان ہیں اور ان کے بھی اپنے کچھ problems ہیں، کچھ اخراجات ہیں۔ آج کل مہنگائی کے زمانے میں اگر آپ ان کو پرانی تنخواہ پرہی رکھیں اور ان کو جس چیز کی ضرورت ہے آپ ان کے مطالبات پورے نہ کریں تو یہ ان کے ساتھ بہت زیادتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے تقریباً پچھلے ایک ماہ سے ہڑتال کا سلسلہ چل رہا ہے۔ جب کسی اور معاملے میں ہڑتال ہوتی ہے مثلاً پٹرول پر یا بجلی اور ٹرانسپورٹ کے حوالے سے، تو دوچار دن میں ہی معاملہ حل کر دیا جاتا ہے لیکن یہاں عوام، انسان اور دکھی انسانیت کی بات آرہی ہے کہ اتنے لوگ مر رہے ہیں لیکن حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی اور وہ اس کو اتنا easy لے رہے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے کوئی مرتا ہے تو مرے لیکن یا تو ہم ڈاکٹرز کے مطالبات پورے نہیں کریں گے یا ڈاکٹرز اپنی جگہ اس پر راضی ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ جب تک ان کے مطالبات پورے نہیں ہوتے تو وہ کام پر نہیں جائیں گے، پھر اس طرح معاملہ کیسے سلجھے گا؟ میں چاہتی ہوں کہ ان کے مطالبات پورے کیے جائیں اور ان کی ان کاوشوں کو سمجھا جائے کیونکہ وہ رات دن محنت کرتے ہیں، چھٹیاں نہیں لیتے، عید بقرعید تک نہیں مناتے اور وہ سب کے کام آتے ہیں۔ اس طرح سے میں ان کے مطالبات کی حمایت کرتی ہوں کہ ان کو پورا کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین، میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ میں پروفیسر صاحب کی تجویز کی بالکل تائید کرتا ہوں۔ Young doctors کے مطالبات کی تفصیلات ہمارے دوستوں نے بیان کیں۔ واقعی اس مہنگائی کے دور میں ڈاکٹروں کی تنخواہ اور ان کے مالی وسائل نصف کے برابر ہوں تو یہ نقصان دہ عمل ہے۔ میں تائید کرتا ہوں کہ ڈاکٹروں کے ساتھ اس مسئلے کو واقعی سلجھایا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں دوسرے نکتے کی بھی حمایت کرتا ہوں کہ یہ جو منی بجٹ روزانہ آتے ہیں، ابھی general sales tax reforms, 15% کا اطلاق ہوا ہے۔ اب یہ ان لوگوں پر ٹیکس

لگتا ہے جو already indirect taxes کے شکار ہیں اب مزید indirect tax لگا دیئے گئے ہیں۔ یہ بہت زیادتی ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین: مولانا گل نصیب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین، جیسا کہ میرے colleagues ساتھیوں نے اس مسئلے کو آپ کی توجہ کے لیے سامنے رکھا ہے اور پورا ہاؤس اس پر بات کر رہا ہے۔ ملک میں quality education کی position بھی آپ کے سامنے ہے۔ پھر آنے والے حالات میں ہمارے ملک کے نوجوان ہی ہماری قوم کے بڑے بن جائیں گے اور ملک کو چلانے کے لیے یہی لوگ سامنے آئیں گے۔ اس وقت واقعی صورت حال یہی ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اور جمیعت علمائے اسلام ان کے مطالبات کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے درخواست پیش کرتی ہے کہ باقاعدہ اس کے حل کے لیے کوئی معقول تجویز سامنے لائی جائے اور اس کو حل کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی غفار قریشی صاحب آپ یا درانی صاحب۔ چلیں کوئی صاحب شروع کرلیں، اس کے بعد بخاری صاحب جواب دے دیں گے۔

سینیٹر عبدالغفار قریشی: میں اس ضمن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ موجودہ وقت میں اس ملک کے اندر جو مہنگائی کا ایک طوفان برپا ہے اس ملک کے اندر وہاں ان ڈاکٹروں کی تنخواہیں یقیناً ناانصافی پر مبنی ہیں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان میں اضافہ ہونا چاہیے۔ ان کا مطالبہ بالکل جائز ہے جس کی تفصیل میں ابھی وسیم سجاد صاحب نے فرمایا کہ واقعی وہ ایک ایسا طبقہ ہے جو بڑی محنت کے ساتھ اور بڑی جستجو کے بعد ڈاکٹر بنتے ہیں اور بننے کے بعد عوام کی خدمت کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی میں یہ بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ اگر آپ ہمارے ان پسماندہ علاقوں کے مسائل کا طائرانہ جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں کے hospitals آپ کو بالکل ویران اور خالی نظر آئیں گے، اس لیے کہ کوئی ڈاکٹر وہاں جانے کو تیار نہیں ہوتا اور وہاں کے لوگ بغیر علاج معالجے کے اپنی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی تنخواہوں میں اضافہ ضرور ہو لیکن اس میں ایک تفریق ہونی چاہیے تاکہ ان کو ایک incentive ملے کہ جو ڈاکٹر پسماندہ علاقوں کے اندر job کرنا چاہتے ہیں ان کی تنخواہیں شہر میں کام کرنے والوں ڈاکٹروں کی تنخواہوں سے double

ہونی چاہییں تاکہ ان علاقوں میں ان کے لیے ایک charm ہو اور وہ وہاں پر جا کر ان غریب لوگوں کی بھی خدمت کر سکیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی بخاری صاحب، تمام parties کا موقف سامنے آگیا ہے اس کو نظر میں رکھ کر آپ جواب دیجئے گا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: میں آغاز میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ینگ ڈاکٹروں کی strike کی وجہ سے جن لوگوں کا انتقال ہوا، جن کو proper treatment نہ مل سکا، ان کا بڑا افسوس ہے اور ان کے خاندانوں کے ساتھ ہماری ہمدردی بھی ہے۔ آپ کے سامنے 18th Amendment کے بعد، devolution کے بعد health provincial subject ہو گیا ہے اور یہ جو strike چل رہی ہے یہ زیادہ پنجاب کے ہسپتالوں میں young doctors کی strike ہے۔ شاہ صاحب نے جو تجویز کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ جہاں انہوں نے یہ issue یہاں raise کیا ہے، وہاں پنجاب میں ان کی جماعت کی حکومت ہے ،وہاں ان کے احباب ہیں، یہ اس issue کو ادھر بھی raise کرتے۔ اسلام آباد کی حد تک جو ہماری Standing Committee کی Chairperson نے اور members نے جو efforts کی ہیں اور جو negotiate کیا on behalf of the government I appreciate that. یہ بات ہے service structure کی اور ابھی ہم fiscal year کے آخری quarter میں موجود ہیں اور devolution کے بعد اب provinces کو اس چیز کو acknowledge کرنا چاہیے کہ ڈاکٹروں کا service structure اور جو pay and pension کی بات شاہ صاحب نے کی وہ provincial level پر اس کو ضرور consider کریں اور ان کی تعلیم کے مطابق ، ان کے تجربے کے مطابق ان کو تنخواہیں بھی ملنی چاہییں، انہیں سہولتیں بھی ملنی چاہییں۔ میں غفار قریشی صاحب سے بھی agree کرتا ہوں کہ young doctors کو incentive ضرور ملنا چاہیے کیونکہ rural areas میں بہت سارے BHUs unattended by doctors موجود ہیں۔ ان کو یہ incentive ضرور ملنا چاہیے اور provincial governments اس بات کو ضرور examine کریں۔

جہاں تک اسلام آباد کا تعلق ہے یعنی وہ hospitals جنہیں وفاقی حکومت deal کرتی ہے ، after this devolution ان کے لیے ایک division بھی بنایا گیا ہے۔ کل میں نے دیکھا

Secretary Health was negotiating with the young doctors of
Islamabad. میں سمجھتا ہوں کہ Standing Committee on Health نے بھی
negotiations میں حصہ لیا ہے اور شاہ صاحب نے خود بھی کہا ہے کہ ان کی کچھ demands اچھی بھی
ہیں اور کچھ ناجائز بھی ہیں۔ کمیٹی یہ suggest کرے کہ کون سی demands کو وہ جائز سمجھتے ہیں اور
ان کو support کرتے ہیں، certainly, I will take it up with the Secretary
Health. اگر یہ چاہتے ہیں تو we can ask the Secretary Health اور ڈاکٹروں کے
نمائندوں کو بھی بلالیتے ہیں and with the Standing Committee on Health, we
can sit together اور ہم اس کا کوئی حل نکال سکتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ normally
doctors are recruited in grade 17 اور pay, pension and emoluments of
grade 17 are obviously given to them لیکن بعض ڈاکٹر contract پر ہیں، بعض
ڈاکٹر daily wages پر ہیں، that is specified in the contract that how much
pay will be لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ جو suggestions Senators کی طرف سے
آئیں گی، قائمہ کمیٹی کی جانب سے آئیں گی، certainly we can sit together and we
can move forward to resolve the issue of young doctors. ہم چاہتے ہیں کہ
سرکاری ہسپتالوں میں عام شہریوں کو جو سہولتیں ملنی چاہییں وہ ملیں، اس ہڑتال کی وجہ سے ان کو مزید
تکلیف نہ ہو۔ اس مسئلے کو ہم جلد سے جلد حل کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سواتی صاحب، میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر
ہے کہ اس نے آپ کی زندگی رکھی اور اس حادثے میں بے تحاشہ ناحق جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا
شکر ہے کہ آپ اور مولانا صاحب صحیح سلامت ہیں۔ ایوان کو ذرا بتادیں کہ ہوا کیا تھا؟

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب والا! جب ہم ٹول پلازے سے چارسدہ میں
داخل ہوئے تو پہلے تو ہماری حکمت عملی کچھ اس طرح کی تھی کہ صوابی کے حادثے کے مدنظر ہم نے کہا
تھا کہ ہمارے ساتھ جلوس نہیں جائے گا لیکن پہلے ہی پشاور سے ایک جلوس چلا تھا تو ہمارے ساتھ تقریباً
کوئی ایک سو کے قریب موٹر سائیکل اور گاڑیاں تھیں۔ ہم ایک جرگے میں گئے جہاں پر دو قبائل کے
درمیان پندرہ قتل ہوئے تھے۔ وہاں پر مصالحتی جرگہ تھا کیونکہ کافی جنگ و جدل ہوئی تھی اور کافی عرصے

کے بعد دو فریقوں میں اتفاق، اتحاد اور صلح کرانے کا جرگہ تھا۔ وہاں پر کوئی پندرہ سو یا دو ہزار کے قریب آدمی تھے، بہت بڑا خیمہ لگا ہوا تھا، وہ چھوٹا سا گاؤں تھا جس کا نام مجھے معلوم نہیں۔ یہ جرگہ بڑی خوش اسلوبی سے تقریباً دو گھنٹے رہا۔ اس کے بعد جب ہم چارسدہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہ گاؤں بھی بالکل چارسدہ کے نزدیک تھا تو جس وقت پھاٹک سے گزرے تو پولیس کی دو گاڑیاں میرے بائیں طرف تھیں۔ میں front seat پر تھا، مولانا صاحب آگے right hand side پر پہلی گاڑی میں front seat پر تھے، میں دوسری گاڑی میں تھا اور مولانا صاحب کی گاڑی بالکل میرے آگے تھی، میں انہیں دیکھ رہا تھا، میرے پیچھے درانی صاحب تھے۔ دو پولیس کی گاڑیاں تیزی سے گزریں، میری آنکھوں کے سامنے ایک گاڑی کے اندر bomb plant کیا ہوا۔۔

جناب چیئرمین: پولیس کی گاڑی میں bomb plant تھا؟

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: نہیں، پولیس کی گاڑی جیسے ہی میرے پاس سے گزری، بائیں ہاتھ پر سبزی والے کی دکان کے آگے ایک بہت بڑا ڈرم تھا، اس بے چارے کو بھی پتا نہیں تھا۔ اس کے اندر بم تھا جو remote control سے blast کیا گیا اور پھر بالکل right hand side پر دیوار تھی اس پر فائر آئے۔ مولانا صاحب کی چھاتی اور سر کا انہوں نے نشانہ لیا ہوا تھا اور چار نشان تھے۔ پھر بعد میں ہم نے اس کو دیکھا بھی حالانکہ باقی لوگ یہ سمجھے تھے کہ اسی کا residual اٹھ کر آیا ہے۔ چونکہ مولانا صاحب right hand side پر تھے تو اس لیے وہ گولیوں کے نشان اسی طرف بنے، بہرحال اللہ تعالیٰ نے بچا لیا اور ہمارے سامنے معصوم جانوں کا جو زیاں ہوا، وہ رقت آمیز مناظر تھے۔ بحیثیت ایک انسان کے مجھ میں سکت نہیں کہ بیان کر سکوں، ایک راہ گیر تھا، اس کے ساتھ ایک بڑی معصوم سی بچی تھی، اس نے وہ اٹھائی ہوئی تھی، وہ بچی بچ گئی اور اس کا والد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس بچی کا کیا حال ہوا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ میں اس بچی کو adopt کروں۔ بہرحال شہداء کے لیے اور ملک کے جن حالات سے اس وقت ہم گزر رہے ہیں، ان کے لیے ہم دعا کریں۔

جناب چیئرمین: دعا کل کر لی تھی۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: میں سمجھتا ہوں کہ ملک جس ڈگر سے گزر رہا ہے اس پر ہم سب کو بیٹھ کر یہ سوچنا چاہیے کہ اس ملک کے لیے، اس کی بقا کے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے ہم کیا message دے رہے ہیں اور کس طرح اس جنگ کو contain کریں گے۔ اس کے بعد مولانا

صاحب کا خیال تھا کہ ہم جائیں لیکن ہم نے اس میں ہی مصلحت سمجھی کیونکہ جب bomb plant کیا جاتا ہے تو پھر ایک جگہ پر نہیں کیا جاتا کیونکہ ہمارے ساتھ اپنے قبائل کے کچھ ممبران پارلیمنٹ بھی تھے تو انہوں نے کہا کہ کم از کم تین، چار جگہوں پر bomb plant ہوں گے اور اس سے ہمارے جانے یا آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، جب بہت ساری معصوم جانیں ضائع ہو گئیں۔ میرا خیال ہے کہ پہلے دن کی جو ہماری حکمت عملی تھی اس میں اور دوسرے دن والی حکمت عملی میں فرق یہ تھا کہ پہلے دن خود کش حملہ تھا اور دوسرے دن targeted تھا اور plant بھی بڑی سکیم کے بعد کیا جاتا ہے تو مولانا صاحب کے اصرار پر ہم وہاں سے واپس ہوئے حالانکہ مردان کا جلسہ ہم نے اس کے بعد کیا۔ میرا خیال ہے کہ پوری قوم کو یہ سوچنا چاہیے کہ ملک جس ڈگر سے گزر رہا ہے اس کو reverse کرنے اور contain کرنے کی ضرورت ہے۔ میں آپ سب کا، پوری پارلیمنٹ کے ممبران کا اور جس جس نے مجھے مولانا صاحب کے لیے call کیا ہے، سب کا انتہائی احترام کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بہت، بہت شکریہ۔ گلشن سعید صاحبہ۔

سینیٹر گلشن سعید: جناب والا! میں ڈاکٹرز کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔ میں جو بات کرتی ہوں اپنے تجربے کی بنیاد پر کرتی ہوں۔ بڑے ہسپتالوں میں، لاہور میں اور یہاں پر بھی جتنے ڈاکٹرز ہیں، پہلے تو وہ available نہیں ہوتے اور شام کو وہ اپنے clinics میں لوگوں کو بلاتے ہیں اور ان کی آمدنی کم از کم لاکھ، دو لاکھ روپے یومیہ ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! ایوان میں کوئی وزیر موجود نہیں، اس کا نوٹس لیں۔ نیر بخاری صاحب کو کہیں کہ آج کوئی کابینہ کی میٹنگ بھی نہیں، آپ نے بڑی فوج بھرتی کی ہوئی ہے تو اگر سینیٹ کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تو پھر بتایا جائے کہ کیا وزیر سینیٹ کے لیے نہیں ہیں صرف قومی اسمبلی کے لیے ہیں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب فرمائیے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اگر حکومت کے behalf پر کوئی issue ہے تو I am here to respond it.

جناب چیئرمین: گلشن سعید صاحبہ۔

سینیٹر گلشن سعید: جناب والا! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ young doctors کی تنخواہیں ضرور بڑھائی جائیں مگر جو کمیٹی بنے اس میں یہ شامل کر دیں کہ ان کو ہر قصبے اور گاؤں میں جا کر کم از کم دو سال serve کرنا چاہیے۔ جب ہم نے سروے کیا تھا تو اس کے مطابق حکومت پاکستان ایک ڈاکٹر بنانے میں اپنے کم از کم سات، آٹھ لاکھ روپے خرچ کرتی ہے، یہ amount اب زیادہ ہو گئی ہو گی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان پر بھی پابندی لگائی جائے، تنخواہیں ضرور بڑھائی جائیں، بہت مہنگائی ہے، لوگ بڑی تکلیف میں ہیں مگر ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر دور افتادہ علاقوں میں بھی جائیں جہاں پر کوئی سہولت نہیں ہے، آپ اسلام آباد کی مثال لے لیں، چند گز باہر چلے جائیں، آپ کو کوئی حکیم یا ڈاکٹر یا کوئی چھوٹی سی ڈسپنسری بھی بیمار لوگوں کے لیے نہیں ملے گی۔ دو ہسپتال ہیں، ایک پولی کلینک اور دوسرا پمز۔ اس کے علاوہ یہاں کوئی ہسپتال نہیں ہے۔ پنجاب میں بھی یہی حال ہے۔ آپ جائیں، کوئی دوائی نہیں ملتی، ڈاکٹر دیکھتے نہیں، وہ کہتے ہیں کہ شام کو گھر پر آئیں۔ ڈاکٹر کروڑوں روپے اکٹھے کرتے ہیں اور اس پر کوئی ٹیکس نہیں ہے، کچھ نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں بھی شامل کی جائیں کہ اتنا مقدس پیشہ ہو اور ایک غریب آپ کے دروازے پر تڑپ رہا ہو اور آپ کہیں کہ پندرہ سو روپے جمع کراؤ گے تو اندر جاؤ گے اور آپ کا نام مریضوں کی فہرست میں شامل ہو گا۔ یہ میری دیکھی ہوئی بات ہے، میں کئی دفعہ گئی ہوں اور ایسے لوگوں کی میں نے مدد اس طرح کی ہے کہ میں نے ان کی جگہ پیسے جمع کرا کر ان کو اندر بھیجا۔ لوگ کہتے ہیں کہ صبح ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال میں کہا تھا کہ پیسے جمع کرا کر شام کو گھر آنا۔ جناب والا! جن کی ذرا سی پریکٹس چل جاتی ہے یا مشہور ہو جاتے ہیں وہ اس طرح قوم کی کھال ادھیڑتے ہیں۔ نوجوان ڈاکٹروں کو یہ بھی بتایا جائے کہ آپ نے دو، دو سال دیہی علاقوں میں serve کرنا ہے، ان کی تنخواہیں بڑھائی جائیں مگر ان پر تھوڑی سی پابندی بھی لگائی جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ private practice والوں کو کہا جائے کہ اگر آپ صبح سرکاری ہسپتالوں میں بیٹھتے ہیں تو لوگوں کو یہ کیوں کہتے ہیں کہ شام کو گھر آجائیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ میر حاصل خان بزنجو۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب والا! وزراء کے حوالے سے یہاں پر بات ہو رہی ہے، میں یہاں پر بلوچی کا مصرعہ بولتا ہوں، مجھے ترجمہ نہیں آتا، ڈاکٹر مالک شاید اس کا ترجمہ کریں (بلوچی) اس کا کیا مطلب ہے بعد میں بتا دینا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کچھ بھی کریں فرق نہیں پڑے گا۔

جناب چیئرمین: چلیں، اپنا پوائنٹ آف آرڈر raise کر لیں۔

Electricity Problems in Balochistan

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر انتہائی اہم مسئلے پر ہے۔ کل لشکری رئیسانی نے بھی اس پر بات کی تھی، اس سے پہلے بھی ہم بات کرتے رہے ہیں۔ جناب والا! بلوچستان میں پشین سے لے کر خضدار تک کے سولہ اضلاع میں تقریباً بائیس دن سے بجلی کا نام و نشان نہیں ہے۔اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پانی بھی نہیں ہے۔ پانی کا انحصار ٹیوب ویلوں پر ہے جو تقریباً چھ سو سے آٹھ سو فٹ پر ہے اور وہ تمام واپڈا پر depend کرتے ہیں۔ پچھلے بائیس دن سے غفور حیدری صاحب میرے گواہ ہیں، قلات ڈسٹرکٹ جو کہ ان کا ضلع ہے وہاں پر سب سے زیادہ پانی کا مسئلہ ہے۔ بائیس دن سے پانی نہیں ہے، لوگوں کے جانور مر رہے ہیں، لوگوں کی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں، واپڈا والوں سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں ٹاور کو اڑایا گیا تھا۔ بھئی بائیس دن میں واپڈا ایک ٹاور کو ٹھیک نہیں کر سکتا۔ جناب والا! اس وقت بلوچستان میں تمام فصلیں تیار ہیں۔ اس موسم میں اگر ایک فصل کو بائیس دن پانی نہیں ملتا تو وہاں کے لوگوں کی کیا حالت ہو گی۔ ایک طرف تو ہم یہاں پر بڑی بڑی باتیں سنتے ہیں، آغاز حقوق بلوچستان کو اتنے پیسے دیئے، اتنے بلین دیئے، آپ نے جتنے بلین دیئے اس سے زیادہ تو وہاں پر نقصان ہو رہا ہے۔ واپڈا والوں سے بات کرو، ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے، مرکزی حکومت کے لیے تو شاید بلوچستان کا وجود ہی نہیں ہے۔ مجھے بتائیں کہ اگر ملک کے کسی ایک ضلعے میں بائیس دن سے بجلی نہ ہوتی تو آج یہاں پر کیا حالات ہوتے۔ وہاں پر سولہ اضلاع میں بائیس دن سے بجلی نہیں ہے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ بلوچستان ہمارا دل ہے، ہماری شہ رگ ہے، ہمارا دماغ ہے، پتا نہیں کیا کیا ہے۔ اس شہ رگ اور دل کا یہ حال ہے کہ بائیس دن سے لوگ وہاں پر پیاسے مر رہے ہیں یہاں پر کسی کو اس کی فکر نہیں ہے۔ ہم تقریر کرتے ہیں تو لیڈر آف دی ہاؤس گپ شپ میں لگے ہوتے ہیں۔ جناب والا! میری درخواست ہے کہ آپ اس کا personally notice لیں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب ذرا اس کو دیکھیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: آپ کی بات میں سن رہا ہوں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: اس کو personally لے لیں، خدا کے لیے واپڈا والوں کو لکھیں کہ بائیس دن سے ان اضلاع میں پانی نہیں ہے، لوگ پیاسے مر رہے ہیں، فصلیں تباہ ہو گئی ہیں، جانور مر رہے ہیں، اس سے زیادہ زیادتی کیا ہو گی۔

جناب چیئرمین: شکریہ، ڈاکٹر بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! بزنجو صاحب نے جو بیان کیا ہم اس کو سپورٹ کرتے ہیں۔ یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے لیکن میں نے ایک مسئلہ شروع دن سے آپ کے توسط سے کہا کہ مکران میں پچاس میگاواٹ بجلی کا ایران سے معاہدہ ہونے والا ہے، اس میں رکاوٹ صرف یہی ہے کہ واپڈا کا چیئرمین یا سیکرٹری جائے اور agreement sign کرے۔ گوادر، تربت، پنجگور میں ابھی بیس گھنٹے لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے، وہاں پر سخت گری ہے، سبی جیسی گرمی تربت میں ہے۔ ابھی تک لیت و لعل سے کام لے رہے ہیں۔ نیر بخاری صاحب Tuesday جو اگلے اجلاس کا دن ہو گا ،واپڈا کے ذمہ داران اور وزیر کو بلائیں اور ہمیں بتائیں کہ کب وفد جائے گا ورنہ ہم اس دن سے مکمل اجلاس کا بائیکاٹ کریں گے کیونکہ ہم وہاں کے نمائندے ہیں۔ ہمارے لیے بڑے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ایران بجلی دینے کے لیے تیار ہے صرف وفد نے وہاں پر جا کر معاہدہ دستخط کرنا ہے۔ تربت، پنجگور، گوادر تین اضلاع ہیں اگر ان کے لیے منسٹری اتنا بھی نہیں کر سکتی ۔ وہ اپنے سے بجلی نہیں دے رہی، ایران کہتا ہے میں تیار ہوں۔ پچھلے اجلاس میں بھی میں نے، ڈاکٹر مالک صاحب نے باقاعدہ راجہ اشرف سے میٹنگ کی تھی، آپ نے بھی کہا تھا، اس نے ہمیں یقین دہانی کرائی تھی کہ فروری میں وفد جائے گا لیکن آج تک یہ بات delay ہو رہی ہے۔ میں نے پرسوں بھی سیکرٹری واپڈا سے ملاقات کی تھی کہ خدارا! اس مسئلے کو حل کرو۔ نیر بخاری صاحب سے کہیں کہ Tuesday کو جو متعلقہ وزیر ہیں ان کو بلائیں اور ہمیں تاریخ بتائی جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ، بلیدی صاحب۔ بخاری صاحب اس issue کو دیکھیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ جیسے حاصل بزنجو صاحب نے فرمایا کہ سولہ اضلاع میں بجلی نہیں اور پاکستان میں کسی کو پرواہ نہیں ہے۔ سولہ اضلاع میں بجلی نہیں ہے، پانی نہیں ہے، پرسوں 29 تاریخ کو میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر مسئلے کو اٹھایا، کل میں

نے یہاں پر اٹھایا تھا۔ آپ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے کیا کارروائی کی ہے۔ جناب والا! آپ مہربانی کریں اور لیڈر آف دی ہاؤس کو کہیں کہ اس بارے میں رپورٹ دے دیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب والا! آپ ہم سے اوپر دیکھ کر گزرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: پہلے ان کو تو ختم کر لینے دیں۔ بلیدی صاحب پہلے آگئے تھے۔ مندوخیل صاحب ختم کر لیں اس کے بعد۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ اس کے بارے میں ہاؤس کو رپورٹ پیش کی جائے کہ کیا پوزیشن ہے۔ جناب والا! یہ چالیس، پچاس ہزار مربع میل سے زیادہ کا علاقہ ہے۔ شہر ہیں، بہت اہم قصبہ جات ہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کر رہا۔ یہی میری عرض ہے۔

جناب چیئرمین: حیدری صاحب آپ کا بجلی پر point of order ہے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بجلی پر بھی ہے۔

جناب چیئرمین: تاکہ میں بخاری صاحب سے پوچھ لوں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: آپ بخاری صاحب سے پوچھتے رہتے ہیں، بخاری صاحب کیا حل کریں گے۔ آپ دیکھیں کہ کوئی وزیر جس کو ہم نے سنا نہ ہو، یہاں پر کوئی موجود نہیں ہے۔ اب ہم بلوچستان کے اضلاع کی بات کریں، وہاں کی خشک سالی کی بات کریں، زمینیں بنجر ہو رہی ہیں، باغات خشک ہو رہے ہیں کس کو سنائیں، بخاری صاحب سنتے ہیں، جواب بھی دے دیتے ہیں، اس سے آج تک کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ آئے دن پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے، مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کا ہم کس سے پوچھیں، ہمیں کون جواب دے گا۔ واپڈا کے متعلق اگر کوئی سوال کریں تو کون جواب دے گا۔ ڈاکٹروں سے متعلق اگر کوئی بات کرے تو کون جواب دے گا۔ میں سمجھتا ہوں اور ہاؤس سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آج ٹوکن واک آؤٹ کریں۔ اس حوالے سے کہ ہمارے وزراء صاحبان اس ہاؤس کو اہمیت نہیں دیتے، نہ کوئی جواب دینے کے لیے موجود ہے۔ بلوچستان کے حوالے سے ہمارے ممبران چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ بلوچستان تباہ ہو رہا ہے لیکن کوئی شنوائی نہیں ہے۔ پٹرولیم کی مصنوعات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ وزیراعظم صاحب نے ہمارے ساتھ بیٹھ کر طے کیا کہ آئندہ

پٹرولیم کی مصنوعات میں اضافہ نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو تمام سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لیا جائے گا لیکن آج تک خود ہی بیٹھ کر فیصلے کرلیتے ہیں۔ ہم آج علامتی واک آؤٹ کرتے ہیں۔ میں پورے ہاؤس سے گزارش کروں گا کہ آج علامتی واک آؤٹ کریں۔

جناب چیئرمین: جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! ایک ہمارا لیڈر آف دی ہاؤس ہے اور ایک Chief Whip ہے۔ اب Chief Whip سے پوچھیں کہ اگر وہ واک آؤٹ کریں گے تو ان لوگوں کو کون واپس لے کر آئے گا۔

(اس مرحلے پر اراکین سینیٹ نے علامتی واک آؤٹ کیا)

Mr. Chairman: The House stands adjourned for 15 minutes.

(مختصر وقفے کے بعد اجلاس کی کارروائی زیر صدارت جناب چیئرمین جناب فاروق حامد نائیک دوبارہ شروع ہوئی)

(معزز اراکین واک آؤٹ ختم کرکے ایوان میں واپس آگئے)

(مداخلت)

جناب چیئرمین: کوئی بات نہیں۔ بخاری صاحب بیٹھے ہیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! بیٹھیے۔ ایک منٹ پلیز۔ Points of order کتنے رہ گئے ہیں تاکہ پھر ہم شروع کردیں۔ جی صغریٰ امام صاحبہ، پھر بخاری صاحب۔ شاہ صاحب! آپ نے جو بات کی ہے، اسی پر بات کرنا چاہتے ہیں؟ بخاری صاحب جواب دے دیتے ہیں، صغریٰ صاحبہ کے بعد آپ بات کرلیجیے گا۔ جی صغریٰ صاحبہ۔

Senator Syeda Sughra Imam: Mr. Chairman My point of order is not related to electricity prices. Shah sahib would like to answer and then I will raise my issue thereafter.

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! پھر آپ جواب دے دیجئے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: میں اکٹھے جواب دے دوں گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ آپ اکٹھا جواب دے دیجیے گا۔ شاہ صاحب کے بعد زاہد صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: میں جناب اور حکومت پاکستان کی توجہ ایک بہت اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس کا تعلق دارالحکومت اسلام آباد سے ہے۔ جب سے تعلیم کے منسٹر نہیں ہیں اور تعلیم کے ڈیسک تبدیل ہو گئے ہیں اور صوبائی حکومتوں کے پاس چلے گئے ہیں، یہاں پر صورت حال یہ ہے کہ وزیر تعلیم صاحب بھی نہیں ہیں اور ایجوکیشن کے فیڈرل ڈائریکٹوریٹ نے ابھی تک۔۔۔

جناب چیئرمین: Education Ministry devolve نہیں ہو گئی ہے یا still with the Federation.

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: اس کے بارے میں مجھے پتا نہیں ہے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: یہ ICT کے under ہے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: میں اسلام آباد کی بات کر رہا ہوں۔ پچھلا تعلیمی سال ختم ہو چکا ہے اور نیا تعلیمی سال شروع ہو گیا ہے اور پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک بچوں کے داخلوں کا مسئلہ ہے۔ پہلے policy ہوتی تھی اور اب policy کا فقدان ہے، اس سلسلے میں بچوں کے والدین دربدر دھکے کھا رہے ہیں کہ ان کے بچوں کا داخلہ کیسے ہو گا، کیا policy ہو گی؟ اس سلسلے میں Federal Government نے ICT, Islamabad Capital Territory میں کیا اقدامات کئے ہیں کیونکہ بچوں اور ان کے والدین میں ایک panic پھیلا ہوا ہے۔ ان کا تعلیمی سال ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے، ان کے داخلے وغیرہ نہیں ہو رہے تو میں اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا، اس وقت walk out ہو گیا اور میری بات نہیں ہو سکی۔ ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ ہمارا Chief Whip نہیں ہے اور House میں Ministers کا فقدان ہے، آج ایک Minister بھی آکر نہیں بیٹھا کہ House چل رہا ہے۔ دوسرے issues تو

ہوتے رہتے ہیں، میں Leader of the House سے یہ اتفاق نہیں کرتا ہوں کہ یہ ایسے issues نہیں ہیں، جب House چل رہا ہوتا ہے تو بہت سے issues ایسے ہوتے ہیں جن کو discuss کرنا ہوتا ہے۔ جناب! براہ مہربانی Ministers کو کہیں کہ وہ House میں آیا کریں اور دوسرا حکومت سے کہیں کہ کوئی Chief Whip کا بھی فیصلہ کریں، ہمارا پرانا Chief Whip بھی باہر چلا جاتا ہے تو پھر ہم کس سے کہیں گے۔ ابھی Opposition کو منانے کے لیے بھی جانا تھا، دوسرا حکومت کی بنچوں والوں کو منانے کے لیے جانا تھا۔ ہمارا Leader of the House ایک ہے جس نے ایک کو منانے جانا تھا۔ جناب! حکومت سے کہہ دیں کہ Chief Whip کا بھی فیصلہ کریں اور آپ مہربانی کر کے یہ ruling دیں کہ وزراء House میں ضرور آئیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، شکریہ۔ ابھی تو آپ نے walk out کروایا تھا، اب آپ ذرا آرام سے بیٹھیں۔ اچھا آپ جواب دے دیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ابھی شاہ صاحب نے جو فرمایا ہے، particularly, I will start with that جو institutions اسلام آباد میں ہیں، after 18th Amendment certainly Education Ministry devolve ہوئی ہے لیکن جو Federal Government کے institutions اسلام آباد میں ہیں، ان کے لیے implementation committee ہے، اس نے ایک Islamabad Capital Territory Administration Division create کیا ہے۔ اسلام آباد میں Federal Government کے جو hospitals ہیں یا schools, colleges and institutions ہیں، وہ ان کو look after کرے گا۔ Federal Directorate of Education آج بھی functional ہے، اگر شاہ صاحب کے ذہن میں آج داخلوں کے متعلق کوئی apprehension ہے، DG Education is still sitting there اور ان کا Directorate functional ہے، institutions کام کر رہے ہیں، داخلوں کی کوئی problem apparently نظر نہیں آتی۔ شاہ صاحب کا کوئی specific issue ہے تو وہ بتا دیں،

we can take it up with the Federal Directorate of Education.

دوسرا issue بلوچستان سے متعلق ہے، honourable Senators کہہ رہے ہیں کہ 22 دنوں سے بجلی نہیں ہے اور پانی کی shortage ہے، یہ issue in the presence of the

Minister بھی raise ہوا تھا and he replied about this issue. Transmission lines اڑا دی گئی ہیں، اس کی وجہ سے بجلی بحال نہیں ہو سکی، ان کا بڑا serious concern ہے کہ 22 دنوں سے بجلی نہیں ہے، پانی کی بھی problem ہے، پانی نہ صرف انسانوں اور جانوروں کے لیے ضروری ہے بلکہ فصلوں کے لیے بھی چاہیئے۔ ان کو یہ problem ہے تو on that issue whatever directions Chair would give.

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ آپ Minister for Water and Power کو Tuesday کو بلا لیں اور ان سے کہیں کہ اس issue پر آ کر detailed report دیں because it is a very serious issue that 22 districts are without electricity. کوئی بیمار بھی ہو سکتا ہے، بچے بھی ہیں، سارا کچھ ہے۔

Please, tell him to come with the detailed report on Tuesday.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, I will convey this.

جناب چیئرمین: جی صغریٰ صاحبہ۔

Senator Syeda Sughra Imam: Thank you Mr. Chairman. Mr. Chairman, I would just like to refer to an issue that was raised by my honourable colleague Shahid Bugti *sahib* yesterday, regarding job allocations and the quota representation of the provinces in the Federal Government.

جناب! کل Questions Hour میں discussion ہو رہی تھی اور ہمیں House میں سوال کا جواب ملا،

regarding the Environment Ministry, if you look at the numbers of the Ministry, the number of persons working are 251 in total out of that Punjab has high share then it ought to and the numbers that Punjab has is 155.

جناب! بلوچستان کی احساس محرومی پر اس House میں discussion ہوتی رہتی ہے، غالباً ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے جس کی Chairmanship نیر بخاری صاحب کے پاس ہے but I

would like to raise a separate point within the same framework. When we look at Punjab itself, the people working in Punjab are usually not from Southern Punjab and the representation of job allocations, quotas normally is a disproportionate and the number of people are representing a selected number of districts and divisions.
So, I would request that اگر بخاری صاحب مناسب سمجھتے ہیں، میں آپ کی وساطت سے
کہوں گی کہ پنجاب کے issue کو ذرا consider کریں کہ ایک یا دو divisions یا دو، تین districts کا
جو issue ہے اور southern پنجاب
we keep hearing in the press and generally, there is a movement now because of a feeling of deprivation and that deprivation should be addressed. Sir, I would request with your permission, if Shah *sahib* would be kind enough to consider this issue in terms of the breakdown within, if 155 people are working in this particular Ministry out of 251 and they are from Punjab, wherein Punjab, I think that it is a valid question and it is an appropriate time and an appropriate juncture for Pakistan to start raising these questions and to consider them.

I would like to raise, with your permission, my second point that day before yesterday sir, there was a discussion
جب Election Commission law pass کر رہے تھے، on the voters' list that
will be developed out of the NADRA CNIC cards. میں نے اس موقع پر ایک
issue raise کیا تھا which I think, is critically important. جناب! جو before
2005 ID cards issue کئے گئے تھے، وہ biometric finger printing system کے
مطابق issue نہیں کئے گئے تھے۔ لہذا، میں یہ سمجھتی ہوں کہ ان ID cards verification کا
system ہے، شاہ صاحب مجھے بتا رہے تھے کہ
there is a committee that has been constituted to consider some of these concerns and issues, if they can also consider this particular issue, I would be extremely grateful.

My second point on ID cards is that at the time of death, in rural areas, I represent a rural area in Pakistan, the ID of the deceased individual, NADRA is not very effective in recovering those ID cards. So, my concern is, that specially when women voters in rural areas,

جہاں پر ان کی تصاویر ID cards پر نہیں لگی ہوئیں اور

that person is deceased his name appears on the voters' list, somebody can misrepresent and misuse that ID card. Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ریحانہ یحییٰ بلوچ صاحبہ۔ آپ سب کو موقع ملے گا، پہلے ladies اپنی بات کر لیں، everybody will get a chance. میں نے کہا ہے کہ دیر سویر ہوتی ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔ جی۔

سینیٹر ریحانہ یحییٰ بلوچ: جناب! اس کا جواب نیر صاحب نے دے دیا ہے، I was speaking about the electricity short fall.

جناب چیئرمین: اس پر Minister صاحب Tuesday کو تفصیل بتائیں گے۔

سینیٹر ریحانہ یحییٰ بلوچ: جناب! اس میں ایک اور چیز add کرنا چاہتی ہوں کہ 20, 20 گھنٹے بجلی نہیں ہوتی، مگر bills regularly آ رہے ہیں، we have to pay those bills and we are also running the generators, we need oil and its prices are going high, either we decide to get electricity, آپ لوگ decide کریں یا پھر ہم bills نہیں دیں گے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، شکریہ۔ بخاری صاحب! bills کی بات بھی note کر لیں جو ریحانہ صاحبہ نے کی ہے کہ bills despite the fact آ رہے ہیں، there is no electricity. شاہد بگٹی صاحب۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب! ہماری Senator colleague صغریٰ امام نے ابھی ایک نکتہ اٹھایا ہے۔ میں اس کو support کرتے ہوئے، یہ کہوں گا کہ پہلے ہم یہ کہتے تھے کہ پنجاب پورا پاکستان نہیں ہے لیکن اب پنجاب کے اندر سے بھی آوازیں اٹھنے لگی ہیں کہ دو یا تین

divisions پورا پنجاب نہیں ہے۔ جناب! اس کے لیے provincial level پر quota system fix ہے جب تک اس quota system کو judiciously follow نہیں کیا جائے گا اور within a particular province merit کو نظر انداز کیا جائے گا تو ہمیشہ یہ مسائل اٹھتے رہیں گے۔ یہ آگے جا کر بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

جناب والا! میں اپنے اصل نکتے پر آتا ہوں کہ کل ہمارے محترم وزیر اعظم صاحب بڑے عرصے کے بعد سینیٹ میں تشریف لائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف سینیٹ اور سینیٹ کے ممبران کو یہ احساس دلانے آتے ہیں کہ اب تک آپ لوگوں کا وجود ہے، ہمیں صرف ہمارے وجود کا احساس دلانے آتے ہیں کہ سینیٹ بھی پارلیمنٹ کا حصہ ہے لیکن جس frequency سے وہ نیشنل اسمبلی میں جاتے ہیں اور اگر وہ اس کے ایک چوتھائی frequency سے یہاں Upper House میں بھی آتے تو بہت سے مسائل، جو شاید ان کے علم میں نہ ہوں، وہ at hand information ان کے علم میں آجاتے۔ کل جب وہ تشریف لائے تو یہاں پر ہمارے ایک honourable member نے بلوچستان کی killing کا ذکر کیا تھا لیکن مجھے بڑا افسوس ہوا کہ جب پرائم منسٹر صاحب ہمارے تمام honourable members کے points of order کا جواب دینے لگے تو وہ اس میں سے extra judicial killings والا معاملہ گول کر گئے لیکن in support of his own contention انہوں نے یہ کہا کہ جی دیکھیں میں انڈیا گیا تو بلوچستان کے نمائندوں کو بھی ساتھ لے گیا۔ میں پرائم منسٹر صاحب کا ذاتی طور پر بہت احترام کرتا ہوں لیکن ان کی اس بات سے مجھے بہت ہی افسوس ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے بلوچستان کا killings کا بڑا اہم مسئلہ ہے، اس پر انہوں نے طنز کیا ہے، اس پر نمک پاشی کی ہے۔ وہاں پر دو تین ماہ سے لوگوں کی سینکڑوں کے حساب سے مسخ شدہ لاشیں مل رہی ہیں اور انہوں نے اس کو address کرنے کا یہ راستہ نکالا ہے کہ جی میں بلوچستان کے نمائندوں کو کرکٹ میچ دکھانے کے لیے انڈیا لے گیا۔ جناب! اگر اس مسئلے کا یہ حل ہے تو پھر میں پرائم منسٹر صاحب کے گھٹنے چھو کر یہ کہوں گا کہ اگر یہ مسئلہ ایسے حل ہو سکتا ہے تو برائے مہربانی آپ ہر ہفتے انڈیا کا visit کریں اور ہمارے بلوچستان کے نمائندوں کو بھی لے جائیں، اگر اس طرح مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو پھر اس سے آسان راستہ اور کیا ہو گا۔

انہوں نے بلوچستان پیکج کا بھی ذکر کیا۔ جناب والا! پیکج کا تو یہ حشر ہے کہ اس پر پہلے implementation کی ذمہ داری ہمارے honourable Senator میاں رضا ربانی صاحب پر تھی،

انہوں نے تنگ اور عاجز آ کر اس سے دست برداری کا اعلان کر دیا اور پھر ماشا اللہ ہمارے سب سے زیادہ efficient منسٹر رحمٰن ملک صاحب کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ جن کے بارے میں ہمارے تمام دوستوں کا یہ اتفاق ہو گا، وہ چاہے منہ سے اعتراف کریں نہ کریں لیکن دل میں ضرور اعتراف کریں گے کہ وہ ماشااللہ expert ہیں، ہر کام کو بگاڑنے میں بہت ہی مہارت رکھتے ہیں۔

جناب چیئرمین: چلیئے، اب conclude کر لیجیے۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: میں ابھی conclude کرتا ہوں۔ جناب! گزارش یہ ہے کہ کل بھی اور آج بھی بجلی کے حوالے سے مسئلہ اٹھایا گیا، killing کا مسئلہ اٹھایا جاتا ہے۔ پرائم منسٹر صاحب نے killing کے مسئلے کا ذکر نہیں کیا لیکن انہوں نے کہا کہ بلوچستان کے problems میں حل کر رہا ہوں۔ میں آپ کو یہ بھی بتاؤں ,without naming anybody وہ ممبران جو .P.M صاحب کے ساتھ انڈیا گئے تھے واپسی پر ان میں سے ایک سے میری ملاقات ہوئی۔ جناب! یہ سننے کی بات ہے۔ .P.M صاحب کہہ رہے ہیں یہ مسئلے کا حل ہے، اس نمائندے سے میں نے پوچھا کہ تم کرکٹ میچ میں کیا کرنے گئے تھے۔ بولا واللہ میں یہ سمجھتا تھا کہ فٹ بال کو انگریزی میں کرکٹ کہتے ہیں اور اگر مجھے یہ پتا ہوتا کہ فٹ بال الگ ہے اور کرکٹ الگ چیز ہے تو میں نہ جاتا۔ جناب والا! بلوچستان کے بارے میں اگر ہمارے بڑے لوگوں کا یہ رویہ ہے تو پھر jobs کے حوالے سے اور دوسرے مسائل کے حوالے سے اگر دیکھیں تو جیسے ہمارے محترم شیرانی صاحب نے تقریر میں کہا تھا کہ پھر اس کو الگ کر دو، وہ جانے اس کا نصیب جانے، مار مار کے اس کو الگ کرنے سے کیا رہے گا۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر مالک صاحب! آپ quickly بات کر لیجیے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرانی ڈیم کا command area تقریباً 32 ہزار ایکڑ ہے، اب وہاں پر لوگوں نے کاشت شروع کی ہوئی ہے، جو fertilizers گوادر میں آتے ہیں وہ گوادر سے کراچی جاتے ہیں اور پھر ان کو کراچی سے لانا پڑتا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ گوادر اور میرانی ڈیم کا command area تقریباً 100 کلومیٹر ہے، وہاں پر کامرس کے حوالے سے یا جو بھی deal کر رہا ہے کم از کم وہاں اس کا کوئی نمائندہ ہو تا کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی درانی صاحب quickly بات کر لیجیے۔

سینیٹر محمد علی درانی: بہت شکریہ جناب نے ٹائم دیا۔ میں ایک issue regarding fuel prices اٹھانا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اس پر کافی بات ہو چکی ہے، کل پرائم منسٹر صاحب نے اس پر respond بھی کر دیا تھا۔

سینیٹر محمد علی درانی: جی اس پر کافی بات ہو چکی ہے لیکن میں اس کے different angle پر بات کرنا چاہتا ہوں جو کہ نہیں ہو سکی۔ ڈیزل کی قیمت کو پٹرول کی قیمت سے بڑھا دیا گیا ہے، اب تک پاکستان کی یہ روایت رہی ہے اور جتنی بھی developing countries ہوتی ہیں ان میں یہی روایت ہوتی ہے کہ پٹرول کی price کو ڈیزل کی price سے زیادہ رکھتے ہیں cross subsidize کیا جاتا ہے کہ پٹرول سے آنے والی آمدن کو ڈیزل پر لگایا جاتا ہے۔ ڈیزل کون استعمال کرتا ہے، کاشت کار استعمال کرتا ہے، یہ ٹیوب ویل میں استعمال ہوتا ہے، یہ پبلک ٹرانسپورٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کہ غریبوں کے لیے ہے۔ اب یہ پالیسی ہے کہ ڈیزل کو پٹرول سے دس روپے مہنگا کر دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بڑی کاریں رکھیں تو آپ کے لیے آسانی ہے۔ اب threshing کا موسم آرہا ہے، اگر آپ نے ملک کی economy میں کچھ add کرنا ہے تو اس کے لیے ڈیزل مہنگا ہے۔ میری درخواست ہے کہ اس پر ہم باقاعدہ discussion کریں، اس point پر حکومت کو غور کرنا چاہیے۔ جب سے پاکستان بنا ہمیشہ ڈیزل کی price پٹرول price سے دس سے پندرہ روپے کم ہوا کرتی تھی لیکن اب کی development پر ہمیں ضرور غور کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی سواتی صاحب! آپ کا کوئی point of order تھا۔ جی فرمائیے۔

Senator Muhammad Azam Khan Swati: Thank you very much Mr. Chairman. I think the issue that was raised by honourable Sughra Imam is very important, very sensitive, to the people who have been deprived for so long like the people of *Hazara*. I think it has to be looked at and a mechanism needs to be developed because this is not a new issue, every country has this kind of issue and they have already developed many kinds of

mechanism and looking at specially *Hazara*, it is also important that if something needs to be considered in Punjab, its also needs to be considered in *Khyber Pakhtunkhwa*. The other issue that I am raising about our seats, I think I have given in written. You would appreciate it sir.

Mr. Chairman: That will be done.

Senator Muhammad Azam Khan Swati: Thank you very much.

جناب چیئرمین: جی نیلوفر صاحبہ! آپ بول لیجیے، last آپ کا ہے۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: جناب چیئرمین! میں صرف اتنا سوال پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ کیا وجہ ہو گئی ہے کہ جب تک کچھ لوگ مر نہیں جاتے اور وہ اموات میڈیا پر رپورٹ نہیں ہو جاتیں اس وقت تک حکومتیں ، صوبوں کی نہ مرکز کی ایکشن لیتی ہیں۔ایک مہینے سے یہ ہڑتال جاری تھی ۔ کل میں نے وزیراعظم صاحب کی موجودگی میں یہ point of order اٹھایا ۔ انہوں نے اپنی speech میں جو closing remarks دیے اس میں اس کو mention تک کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ رات کو چیف منسٹر پنجاب نے اس پر ایک چھوٹا سا بیان دے دیا ہے کہ ان پر ایکشن لیا جائے گا۔ یہ ایکشن آج کیوں لیا جا رہا ہے ؟ اس لیے کہ میڈیا نے رپورٹ کیا ہے۔ اگر میڈیا رپورٹ نہیں کرے گا اور judiciary intervene نہیں کرے گی تو اس ملک میں عوام کے لیے کوئی اچھا کام نہیں ہو گا۔ جناب والا، یہ انتہا ہے کہ لوگ مر رہے ہیں ۔ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ اگر اس پارلیمنٹ میں دم ہے تو ہم ایک قانون پاس کریں اور وہ قانون یہ کہے کہ جب تک in office ہیں ، جیسے ہم سینیٹرز کو یہ کہا جاتا ہے ، ہم جو مڈل کلاس سینیٹرز ہیں ، بڑوں کی میں بات نہیں کر رہی، یہاں بہت بڑے بڑے لوگ بھی ہیں لیکن ہمارے جیسے جو مڈل کلاس کے سینیٹرز ہیں ہم پمز اور پولی کلینک میں اپنے آپ کو دکھاتے ہیں۔ایک قانون پاس ہونا چاہیے جس میں ملک کا وزیراعظم اس کا خاندان ، اس کی کابینہ اور صوبوں کے وزرائے اعلیٰ ، گورنرز ، ان کے خاندان ، ان کی کابینہ جب تک وہ office میں ہیں وہ صرف اور صرف Government Hospitals میں دکھائیں گے تاکہ ان کو یہ سمجھ آجائے کہ Government

Hospitals میں ہو کیا رہا ہے۔ یہ بڑی آسان بات ہے کہ ان کے خاندان تو باہر سے علاج کرواتے ہیں ، وہ خود اپنے علاج کے لیے باہر چلے جاتے ہیں اور پاکستان کے عوام کو مرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ کیا صدر صاحب کے خطاب پر بحث کرنا چاہیں گے یا House کی sense ہے کہ اگلی sitting سے شروع کی جائے۔ اگلی سے! تو پھر House adjourn کرتے ہیں۔ So the House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 5th April, 2011 at 4.30pm. شام کے وقت شکریہ۔

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, 5th April, 2011 at 4.30 p.m.]